کتاب نما

کتاب: دو قومی نظریہ ایک تاریخی جائزہ

مصنف: پروفیسر امجد علی شاکر

صفحات: ۲۰۰

قیمت: ۱۳۰ روپے

پبلشر: جمعیۃ پبلی کیشنز، رحمان پلازا، مچھلی مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور

تبصرہ نگار: طلحہ احمد ثاقب

قومیت کا تصور جدید سرمایہ داری عہد کی پیداوار ہے۔ مغرب میں اس کے دو ماڈل ملتے ہیں۔ برطانیہ اور فرانس کا ماڈل جس کو سیاسی قومیت کا ماڈل کہہ سکتے ہیں۔ دوسرا اٹلی اور جرمنی کا فاشسٹ ماڈل جسے کلچرل قومیت کہہ سکتے ہیں۔ ان دونوں ماڈلز نے مشرق کو بھی متاثر کیا ہے۔ خصوصاً جب آزادی کی جنگیں لڑی جا رہی تھیں۔ بیسویں صدی کے آغاز میں قومیت کے مختلف نظریات جنوبی ایشیا کے خطے میں زیرِ بحث رہے جسے اُس وقت ہندوستانی کہا جاتا تھا۔

قومیت کے تصورات اُن خطوں میں بہت آسان تھے، جہاں ایک ہی زبان بولنے والے ایک ہی خطے میں آباد تھے۔ جن خطوں میں مختلف مذہبی، لسانی، تہذیبی اکائیاں موجود تھیں، وہاں قومیت کے بہت سے مباحث سامنے آئے۔ خصوصاً جنوبی ایشیا میں جہاں

ہندوستانی قومیت اور مسلم قومیت کے تصورات کا بہت ٹکراؤ رہا۔

یہ سوال آج کے قاری کو پریشان کر رہا ہے کہ کیا مسلمان واقعی ایک قوم ہیں جیسے یہود دُنیا بھر کے مختلف ممالک میں رہتے ہوئے بھی اسرائیل کے شہری ہیں اور یوں ایک قوم ہیں۔ ہندوستان کے ہندو بھی خود کو ایک قوم کہہ سکتے ہیں کہ وہ زیادہ تر ایک خطۂ ملک میں آباد ہیں، مگر کیا مسلمان بھی اپنے آپ کو ایک قوم کہہ سکتے ہیں یا اُن کی قومیت کسی ایک جغرافیے کی پابند ہے۔ ان دنوں یہ مسئلہ نظریاتی سے زیادہ دفاعی ہوگیا ہے جب دُنیا بھر کے ممالک سے آئے ہوئے مسلمان جہادی پاکستان میں جہاد یا دہشت گردی میں مبتلا ہیں۔ یہ لوگ ایک زمانے میں جہاد کے نام پر بلائے گئے۔ اب یہ لوگ ناپسندیدہ ٹھہرے ہیں اور دہشت گردی کا مرتکب ہونے کی وجہ سے نفرت کی علامت بن گئے ہیں۔ اب ہمارے دانشور کو سوچنا ہے کہ مسلمان واقعی ایک قوم ہو بھی سکتے ہیں جیسا کہ دوقومی نظریہ کی تعبیر کی جاتی ہے یا مسلمان بھی کسی نہ کسی جغرافیے کے پابند ہیں جیسا کہ پاکستان کے سٹیزن ایکٹ کا تقاضا ہے۔ کیا پاکستان کے لوگ ایک قوم ہیں یا پاکستان میں مسلم اور غیر مسلم دو قومیں ہیں جیسا کہ دوقومی نظریہ کے لفظوں کا تقاضا ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں دوقومی نظریہ کی تاریخ کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں مندرجہ ذیل ابواب شامل ہیں:

سرسیّد احمد خاں اور دوقومی نظریہ
علامہ اقبال اور دوقومی نظریہ
بانیٔ پاکستان اور دوقومی نظریہ
مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی اور دوقومی نظریہ
دوقومی نظریے کے ہندو اور انگریز نظریہ ساز
دوقومی نظریے کے اہم شارحین
پاکستانی قومیت کی نظریہ سازی

ان ابواب میں مصنف نے مقبولِ عام افکار کی راہ چلنے کی بجائے تحقیق سے اپنی راہ خود تلاش کی ہے۔ وہ نہ تو سیاسی نعرہ بازی سے متاثر ہوئے ہیں، نہ نصابی مؤرخین کی راہ چلے ہیں۔

سرسیّد احمد خاں کے باب میں انھوں نے بنیادی طور پر ضیاء الدین لاہوری کی تحقیق کو پیش کیا ہے جنھوں نے پہلی بار یہ بات ثابت کی تھی کہ سرسیّد احمد خاں کا ۱۸۶۷ء میں دوقومی نظریہ کا قائل ہونا بعد کا موقف نہیں، بلکہ اس واقعے کے بعد کئی سال بعد وہ لاہور آئے اور انھوں نے آریا سماجیوں کے وفد کے سامنے اس بات پر اصرار کیا کہ انھیں ہندو کہا جائے۔

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی والے باب میں اُنھوں نے مولانا کے ذہنی ارتقاء کا تجزیہ پیش کرتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ مولانا نے دوقومی نظریے سے متعلق مختلف اوقات میں مختلف موقف اپنائے ہیں۔

مصنف نے ہندو اور انگریز نظریہ سازوں کا کھوج بھی لگایا ہے جو کسی نہ کسی حوالے سے دوقومی نظریہ پیش کرتے رہے یا اس کی وکالت کرتے رہے۔

مصنف نے اس کتاب میں بعض نئی دریافتیں بھی پیش کی ہیں:

(۱) دوقومی نظریہ کے ایک اہم شارح فضل کریم درّانی کے کام کا سراغ لگایا ہے اور اس کے نظریے کو پورے شرح و بسط سے پیش کیا ہے۔

(۲) مصنف نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ علامہ اقبال کے نام سے ۹ مارچ ۱۹۳۸ء کو شائع ہونے والا مضمون نہ تو علامہ نے لکھا تھا، نہ لکھوایا تھا، یہ مضمون غلام احمد پرویز کے اندازِ بیان کا حامل ہونے کی وجہ سے ان کا مضمون سمجھا جا سکتا ہے۔

(۳) مصنف نے نیشنلزم کی ابتدا اور ارتقا کا بھی سراغ لگایا ہے اور اسے کالونیلزم سے الگ کر کے پہچاننے کی کوشش کی ہے۔

(۴) مصنف نے پاکستانی قومیت کے قانونی، فکری اور سیاسی حواریوں کو دریافت کیا ہے۔ اس سلسلے میں پاکستان کے سٹیزن ایکٹ، عدالتی فیصلوں اور مختلف نظریہ سازوں